# مسئلہ باغِ فدک احادیث کی روشنی میں

از: ابو حمزہ محمد آصف مدنی غفرلہ

سرگودھا، پنجاب، پاکستان

Mob:0304.5845090 whatsup:0313.7013113 arazvi425@gmail.com

---

## حدیث "لا نورث" کی کثیر شہادتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قال لاتقتسم ورثتی دینارا ماترکت بعدنفقۃ نسائی ومؤونۃ عاملی فھوصدقۃ" ترجمہ: میرے وارثوں میں دینار کو تقسیم نہیں کیاجائے گا، میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور عاملین کی مشقت کے معاوضہ کوادا کرنے کے بعد جوکچھ چھوڑاہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح بخاری، جلد2، کتاب الخمس، باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدوفاتہ، حدیث:3096، مطبوعہ: لاہور)

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ثم اقبل علی اولئک الرھط فقال: انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض ھل تعلمون ان رسول اللہ ﷺ قال: لانورث ماترکناصدقۃ؟" قالوا: نعم، ثم اقبل علی علی والعباس رضی اللہ عنھما فقال: انشدکمابالله الذی باذنہ تقوم السماء والارض ھل تعلمان ان رسول اللہ ﷺ قال: "لانورث، ماترکناصدقۃ" فقالا: نعم۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جماعت (جس میں حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت علی المرتضی، حضرت عباس رضی اللہ عنھم تھے) کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتاہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیاتم جانتے ہوکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایاتھا کہ "ہم کسی کووارث نہیں بناتے، ہم جوکچھ چھوڑ کرجاتے ہیں سب صدقہ ہے؟"

ان سب نے کہا: جی ہاں! (رسول اللہ ﷺ نے ایساہی فرمایاہے) پھر آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی وعباس رضی اللہ عنھماکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتاہوں جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں، کیاتم دونوں جانتے ہوکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ: ہم کسی کووارث نہیں بناتے، ہم جوکچھ چھوڑتے سب صدقہ ہے؟ توان دونوں نے فرمایا: جی ہاں! (بالکل ایساہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا)

قال ابوداؤد: انماسالاہ ان یکون یصیرہ بینھما نصفین لاانھما جھلاان النبی ﷺ قال: لانورث، ماترکنا صدقۃ" فانھماکانالا یطلبان الا الصواب، فقال عمر: لااوقع علیہ اسم القسم ادعہ علی ماھوعلیہ۔

ترجمہ:امام ابوداؤد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :ان دونوں (حضرت علی المرتضی وحضرت عباس رضی اللہ عنھما)نے یہ سوال اس لئے فرمایاتھاتاکہ ان دونوں کے درمیان اس اراضی کو آدھاآدھاتقسیم کردیاجائے،نہ یہ کہ وہ اس فرمان رسول ﷺ سے جاہل تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:ہم کسی کووارث نہیں بناتے ،ہم جوکچھ چھوڑتے ہیں سب صدقہ ہے"لہذاان دونوں نے ایک درست و صحیح چیز کاہی مطالبہ کیا،توحضرت عمررضی اللہ عنہ نے فرمایا:میں اس اراضی پر تقسیم (وراثت)کانام واقع نہیں ہونے دوں گابلکہ میں اس کواسی اندازپہ چھوڑوں گاجس پروہ پہلے تھی۔

مزیدفرماتے ہیں:"ارادان لایوقع علیہ اسم قسم"یعنی حضرت عمررضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایاکہ اس پر تقسیم وراثت کانام واقع نہ ہو۔

(سنن ابی داؤد،کتاب الخراج۔۔،باب فی صفایارسول اللہ ﷺ۔۔۔،جلد2،صفحہ 349حدیث 2963،دارالکتب العلمیہ :بیروت:لبنان)

"عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہاقالت:ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اردن ان یبعثن عثمان ابن عفان الی ابی بکرالصدیق ،فیسالنہ ثمنہن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،فقالت عائشۃ :الیس قدقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :لانورث ماترکنافھوصدقۃ"

ترجمہ:ام المؤمنین سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہابیان کرتی ہیں :جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاوصال ہوا،تونبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیاکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکرکے پاس بھیجیں ،تاکہ وہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والےان ازواج کے آٹھویں حصے کامطالبہ کریں ،توسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہانے ان سے فرمایا:کیانبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشادنہیں فرمائی ؟

ہماراکوئی وارث نہیں ہوتا،ہم جوکچھ چھوڑکرجائیں وہ صدقہ ہوتاہے۔

(سنن ابوداؤد،جلد2،کتاب الخراج،باب فی صفایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاموال،حدیث2976،2977،مطبوعہ:لاہور)

## سیدہ پاک رضی اللہ عنہانے میراث کا پیغام بھیجا:

عن عائشۃ زوج النبی رضی اللہ عنہا انہااخبرتہ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ ارسلت الی ابی بکرالصدیق تسالہ میراثہا من رسول اللہ ﷺ مماافاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک ومابقی من خمس خیبر،فقال ابوبکر:ان رسول اللہ ﷺ قال:"لانورث ،ماترکنا صدقۃ ،انمایاکل آل محمدمن ھذالمال "وانی واللہ لااغیرشیئا من صدقۃ رسول اللہ ﷺ عن حالہا التی کانت علیہا فی عہدرسول اللہ ﷺ فلاعملن فیہا بماعمل بہ رسول اللہ ﷺ،فابی ابوبکران یدفع الی فاطمۃ منہاشیئا"

ترجمہ:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے بیان فرمایاکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے امیرالمؤمنین سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے اس مال کے بارے میں پیغام بھیجا جواللہ نے آپ کوبطور فیٔ مدینہ ،فدک اورخیبرکے خمس میں سے عطافرمایاتھابطورمیراث دیں ،توابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایاکہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ہم کسی کووارث نہیں بناتے ہم جوکچھ چھوڑتے ہیں سب صدقہ ہوتاہے،صرف آل محمد ﷺ اس مال میں سے بقدرضرورت کھاسکتے ہیں "اوربیشک اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں اس کی (اس )حالت سے (جس پروہ آپ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں تھا)کچھ تبدیلی نہیں کروں

گا،میں ضرور اس میں وہی عمل کرتا رہوں گا جو رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے،لہذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اس حدیث رسول کی بناء پر)سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے معذرت کرلی اور اس مال صدقہ میں سے کوئی شئی بھی انہیں نہیں دی۔

(سنن ابی داؤد،کتاب الخراج۔۔،باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ۔۔،جلد2،صفحہ 351حدیث 2968،دارالکتب العلمیہ :بیروت:لبنان)

"لیس لھم ان یزیدواعلی الماکل"یعنی ان (اہلبیت )کیلئے کھانے(پینے ودیگر ضروریات )سے زائد(مال )دینے کی اجازت نہیں۔

(سنن ابی داؤد،کتاب الخراج۔۔،باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ۔۔،جلد2،صفحہ 351حدیث 2968،دارالکتب العلمیہ :بیروت:لبنان)

## حضور ﷺ کے اموال کا وفاتِ اقدس کے بعد خلیفہ راشد نگران ہو گا:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"قال لست تارکا شیئا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل بہ الا عملت بہ فانی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ ان ازیغ فاماصدقۃ بالمدینۃ فدفعھا عمرالی علی وعباس فاماخیبروفدک فامسکھماعمر،وقال ھما صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانتالحقوقہ التی تعروہ ونوائبہ  وامرھما الی من ولی الامر قال فھما علی ذلک الی الیوم"

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی عمل کرتے تھے میں اسے چھوڑنے والا نہیں ہوں اور میں وہی عمل کروں گا کیونکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے آپ کے کسی عمل کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا،رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ صدقہ جو مدینہ منورہ میں تھا تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی وحضرت عباس رضی اللہ عنھما کی تحویل میں دے دیا،پس خیبر اور فدک تو ان دونوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور کہا:یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صدقات میں سے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقوق ادا کرتے تھے اور جو ضروریات پیش آتی تھیں ان میں انہیں خرچ کرتے تھے  اور اب ان دونوں کا معاملہ اس کی طرف سپرد ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امور(خلافت )کا والی ہوگا۔(یعنی خلیفہ راشد ہوگا)راوی نے کہا:پس خیبر اور فدک آج تک اسی حالت پر ہیں۔

( صحیح بخاری،کتاب الخمس،باب فرض الخمس،جلد2،حدیث:3093،مطبوعہ:لاہور)

عن ابن شھاب باسنادہ نحوہ،قلت:الاتتقین اللہ؟الم تسمعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول :لانورث ماترکنا فھوصدقۃ وانماھذاالمال لآل محمد لنائبتھم ولضیفھم ،فاذامت فھوالی ولی الامرمن بعدی"

یہی روایت ابن شہاب سے ایک دوسری سند سے مروی ہے،جس میں یہ الفاظ ہیں :سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہانے فرمایا:میں نے کہا:کیا آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی نہیں ہیں ؟کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا:

ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا،ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں ،وہ صدقہ ہوتا ہے،یہ مال ،محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کیلئے ہے،جو حادثات کا شکار ہونے  والے لوگوں اور مہمانوں کیلئے مخصوص ہے،جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ اس کی طرف چلا جائے گا جو میرے بعد مسلمانوں کا حکمران بنے گا۔

(سنن ابوداؤد،جلد2،کتاب الخراج،باب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاموال،حدیث2976،2977،مطبوعہ:لاہور)

## حضور ﷺ نے سیدہ پاک رضی اللہ عنہاکے مطالبہ کے باوجود باغ فدک انہیں نہ دیا:

مشکوۃ المصابیح اور سنن ابی داؤد میں ہے:

عن المغیرۃ قال :جم عمر بن عبد العزیز بنی مروان حین استخلف ،فقال:ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :کانت لہ فدک ،فکان ینفق منھا ویعود منھا علی صغیر بنی ہاشم ،ویزوج منھا ایمھم ،وان فاطمۃ سالتہ ان یجعلھا لھا فابی ،فکانت کذالک فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،حتی مضی لسبیلہ ،فلماان ولی ابوبکر رضی اللہ عنہ ،عمل فیھا بما عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم،فی حیاتہ حتی مضی لسبیلہ ،فلماان ولی عمر عمل فیھا بمثل ماعملا حتی مضی لسبیلہ ،ثم اقطعھا مروان ،ثم صارت لعمر بن عبدالعزیز ،قال عمر یعنی ابن عبدالعزیز:فرایت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنہا،لیس لی بحق،وانا اشھدکم انی قدرددتھا علی ماکانت یعنی علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے مروان کی اولاد کو جمع فرمایا :جب آپ خلیفہ ہوئے پھر فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا تھا جس سے آپ خرچ فرماتے تھے اور اس سے بنی ہاشم کے بچوں پر لوٹاتے تھے اور اسی سے ان کی بیوگان کا نکاح کرتے تھےاور حضرت فاطمہ نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہ انہیں دے دیں تو انکار فرمادیا تھا پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی شریف میں اسی طرح رہا حتی کہ حضور اپنی راہ تشریف لے گئے پھر جب ابو بکر صدیق خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے اس میں وہ ہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اپنی زندگی شریف میں کرتے تھے حتی کہ آپ بھی اپنی راہ گئے پھر جب حضرت عمر ابن خطاب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے اس میں وہ ہی کام کیے جو ان دونوں بزرگوں نے کیے تھے حتی کہ وہ بھی اپنی راہ گئے پھر اسے مروان نے بانٹ لیا ،پھر وہ عمر ابن عبدالعزیز کے پاس پہنچا تو میں سمجھتا ہوں کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو نہ دیا اس میں میرا حق نہیں۔تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اسے اسی حال کی طرف لوٹاتا ہوں جہاں پر وہ تھا یعنی حضور اور ابو بکر وعمر کے زمانہ میں۔رواہ ابوداؤد۔

(مشکوۃ المصابیح ،کتاب الجہاد،باب الفیئ،الفصل الثالث،جلد5،صفحہ 369،حدیث:3883،مطبوعہ:لاہور)

(سنن ابوداؤد،جلد2،کتاب الخراج،باب فی صفایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاموال،حدیث2992،مطبوعہ:لاہور)

## کیاسیدہ پاک رضی اللہ عنہانے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کلام کرناچھوڑدیاتھا؟

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قولہ:(فغضبت فاطمۃ فھجرت ابابکر فلم تزل مھاجرتہ )فی روایۃ معمر "فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتی ماتت "ووقع عندعمر بن شبۃ من وجہ آخر عن معمر "فلم تکلمہ فی ذلک المال "وکذا نقل الترمذی عن بعض مشائخہ ان معنی قول فاطمۃ لا بی بکر وعمر لااکلمکما ای فی ھذاالمیراث"ترجمہ:حدیث پاک کے یہ الفاظ"پس سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہاصدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اوران سے ہمیشہ کیلئے بات کرناچھوڑدی"معمر کی روایت میں ہے "کہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہانے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنی وفات تک بات کرناچھوڑدی"اورعمر بن شبہ کی معمرسے دوسری روایت میں

ہے"پس سیدہ پاک رضی اللہ عنہانے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس مال کے بارے میں پھر کبھی بات نہیں فرمائی"اسی طرح امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنے بعض مشائخ سے سیدہ پاک رضی اللہ عنہاکے ان الفاظ کہ"میں کبھی ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بات نہیں کروں گی"کے معنی یہ بیان کئے کہ "اس میراث کے بارے میں کبھی بات نہیں کروں گی"۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری،کتاب فرض الخمس،جلد6،صفحہ 223،حدیث 3093،دارالحدیث:القاہرہ)

## سیدناصدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مؤقف کی تائیداہلبیت اطہار سے بھی حاصل ہے:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان علیا لماولی الخلافۃ لم یغیرھا عما عمل فیھا فی عھدابی بکر وعمروعثمان ،ولم یتعرض لتملکھا ،ولالقسمۃ شئی منھا،بل کان یصرفھا فی الوجوہ التی کان من قبلہ یصرفھا فیھا ثم کانت بیدحسن بن علی ثم بیدحسین بن علی ثم بید علی بن الحسین ثم بیدالحسین بن الحسن ثم بیدزیدبن الحسن ثم بیدعبداللہ ابن الحسن ثم تولاھا بنوالعباس علی ماذکرہ ابوبکر البرقانی فی صحیحہ ۔وھؤلاء کبراء اھل البیت رضی اللہ عنھم ۔وھم معتمد الشیعۃ وائمتھم لم یروعن واحد منھم :انہ تملکھا ولا ورثھا ولا ورثت عنہ فلوکان یقولہ الشیعۃ حقالاخذھاعلی اواحد من اھل بیتہ لماظفروابھا،ولم فلا۔

ترجمہ: بیشک مولائے مرتضی سیدناعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم خلیفہ راشدبنے توباغ فدک میں جوعمل ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم نے فرمایا،آپ نے اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں فرمائی،اورنہ ہی اس کواپنی ملکیت قراردیا،نہ اس کووراثت کے طریقے پر تقسیم فرمایا،بلکہ اس میں اسی سابقہ طریقے پرہی تصرف فرماتے رہے،پھرآپ کے بعد یہ (باغ فدک)امام حسن مجتبی بن علی ،پھرامام حسین مرتضی بن علی ،پھرامام علی(المعروف زین العابدین)بن امام حسین،پھرامام حسین بن امام حسن ،پھرامام زیدبن امام حسن ،پھرامام عبداللہ بن امام حسن پھربنوعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں اسی طرح بطورتولیت منتقل ہوتاچلاآیا،اس کوامام ابوبکرالبرقانی نے اپنی صحیح میں ذکرفرمایاہے۔اوریہ تمام ہستیاں کباراہلبیت میں تھیں۔اورشیعہ کابھی یہی عقیدہ ہے،اوران کے آئمہ میں سے کسی ایک نے بھی روایت نہیں کیاکہ (ان بزرگ ہستیوں میں سے کسی ایک نے بھی )اسے اپنی ملکیت یاوراثت قراردیاہواورنہ کسی نے اس میں اپنی وراثت (جاری )فرمائی۔لہٰذااگرشیعہ اپنے اس دعوے (کہ صدیق اکبروفاروق اعظم وعثمان غنی رضی اللہ عنہم نے اہل بیت کاحق وراثت غصب کیاہے )میں سچے ہوتے توضروراہلبیت میں سے کوئی نہ کوئی بطوروراثت ضرورلیتا(بالخصوص )جب وہ ان کے پا س(بطورخلافت یاتولیت)آچکاتھا،لیکن انہوں نے ایسانہیں کیا(ثابت ہواکہ شیعہ اپنے دعوے میں جھوٹےہیں اورحق وہی ہے جواہلسنت کاعقیدہ ہے۔)

(المفہم شرح صحیح مسلم،کتاب الجہادوالسیر،باب الفی ء والخمس،جلد3،صفحہ 564،حدیث 1277،دارابن کثیر:بیروت)

## شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مسئلہ باغ فدک ثابت ہی نہیں:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

جہلاء اوران پڑھ وناواقف لوگوں کوباغ فدک کے قصے گھڑکرسنانا اوران کوآئمہ صادقین کے صریح غیر مبہم اورواضح ارشادات سے منحرف کرناچھوڑو۔۔۔۔۔۔۔

غورسے سنئے!فدک کے متعلق اصول کافی صفحہ 351میں ہے:

"وکانت فدك لرسول الله صلی الله علیه وسلم خاصة لانه فتحها وامیرالمؤمنین لم یکن معهما احدفزال عنه اسم الفیئ ولزمها اسم الانفال"

یعنی فدک صرف رسول اللہ ﷺ کا تھا کیونکہ اس کوصرف رسول اللہ ﷺ ہی نے فتح کیاتھا اورامیرالمؤمنین نے،جن کے ساتھ اورکوئی نہیں تھا۔تو اس کانام فیٔ نہیں ہوسکتا بلکہ اس کانام انفال ہے۔

اب یہ تحقیق کہ اس غزوہ میں حضوراقدس ﷺ کے ساتھ بجز حضرت علی کے اورکوئی صحابی نہ تھا۔واقف حال لوگوں پر چھوڑتے ہیں ۔سردست صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ کافی کی تصریح سے اتنا تو واضح ہوگیاکہ فدک فیٔ نہیں تھابلکہ انفال تھا۔تواب انفال کے متعلق حضرت امام عالی مقام جعفرصادق رضی اللہ عنہ کاواضح اورکھلافیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

اصول کافی صفحہ 352 پرہے:

"قال الانفال مالم یرجف علیه بخیل ولارکاب اوقوم صالحوااوقوم اعطوا بایدیهم وکل ارض خربة اوبطون اودیة فهولرسول الله ﷺ وهوللامام بعده یضعه حیث یشاء"

ترجمہ:امام عالی مقام انفال کی تعریف اوراس کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ انفال وہ ہوتاہے جس کاحصول فوج کشی کے ساتھ نہ ہو یادشمن جنگ کی مصالحت پرپیش کرے یاویسے کوئی قوم کسی حکومت اسلامیہ کواپنے اختیار سے دے یاوہ زمین جولاوارث غیرآبادچلی آتی ہویادریاؤں اورپہاڑی نالوں کاپیٹ ہوتو یہ سب انفال ہیں ،حضوراقدس ﷺ کے زمانہ اقدس میں انفال کے واحدمالک رسول اللہ ﷺ تھے ،آپ کے بعد جو امام اورخلیفہ ہوگا وہ ہی مالک ہوگا،جس طرح چاہے اس کوخرچ کرے۔

اسی طرح فروع کافی صفحہ 626 ملاحظہ فرمائیں اوراصول کافی صفحہ 351 پربھی فدک کوانفال ثابت کیاگیا ہے۔توفدک کاانفال ہونا جب تسلیم کرلیاگیا اورانفال کے متعلق یہ تسلیم کرلیاگیاکہ امام اورخلیفہ اس کے تصرف میں مختارعام ہیں ،اورخلفاء راشدین کی امامت بحوالہ شافی وتلخیص الشافی ونہج البلاغہ وابن میثم وغیرہ ثابت اور محقق ہوچکی ہے اوربحوالہ کشف الغمہ ان کی صدیقیت اظہرمن الشمس ہے اوربحوالہ ابن میثم ونہجۃ البلاغہ وکافی وغیرہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کاان کے ہاتھ پربیعت کرناثابت ہوچکا ہے اورحضرت امام عالی مقام سیدناحسین رضی اللہ عنہ نے غیر مستحق خلیفہ کے ہاتھ پربیعت نہ کرنے کافتوی قیامت تک نہ مٹنے والے نقوش کیساتھ دے دیاہے ،توپھر ان آئمہ ہدی نے اگرفرض بھی کرلیں کہ حسب ادعاء شیعہ فدک کوتقسیم نہیں فرمایاتو اللہ اوراس کے رسول اللہ ﷺ اورآئمہ صادقین رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین کے عین مذہب وعین دین کے مطابق عمل فرمایا۔پھر ظلم اورغصب کے اتہامات کس قدرلغواوربے معنی ہیں۔آخرحضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اورامام عالی مقام سیدناامام حسین رضی اللہ عنہ اورامام عالی مقام سیدناحسن رضی اللہ عنہ اورامام سیدنازین العابدین رضی اللہ عنہ اورامام باقر رضی اللہ عنہ اورامام عالی مقام سیدناجعفرصادق رضی اللہ عنہ نے بھی تو یہی سنت اختیارفرمائی اورفدک تقسیم کرناجائز نہ سمجھا،اسی طریقے پرعمل درآمدفرمایاجس طریقے پرخلفائے راشدین نے فرمایاتھا۔

یقین نہ آئے تواہل تشیع کی معتبر ترین کتاب کشف الغمہ صفحہ 147 سطر 23 ملاحظہ فرماویں کہ سب سے پہلے عمربن عبدالعزیز خلیفہ بنوامیہ کافدک کوتقسیم کرنامرقوم ہے۔(یادرہے !یہ اہل تشیع کانظریہ ہے کہ عمربن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فدک کوتقسیم فرمایاحالانکہ اہلسنت کے نزدیک حق یہ ہے کہ آپ نے اس کومروان بن حکم کی اولادکی ملکیت وقبضہ سے واپس لیکر رسول اللہ ﷺ وصدیق وفاروق رضی اللہ عنھماکے طریقے پرلوٹادیا،جیساکہ ابوداؤد شریف میں حدیث موجودہے)

(مذھب شیعہ،باغ فدک،صفحہ 3)

## بعض علماءکے نزدیک سیدہ رضی اللہ عنہانے حدیث سننے سے قبل مطالبہ کیا:

"فاماطلب فاطمة میراثها من ابیها من ابی بکر،فکان ذلک قبل ان تسمع الحدیث الذی دل علیٰ خصوصیة النبی صلی اللہ علیه وسلم بذلک،وکانت متمسکة بما فی کتاب اللہ من ذلک،فلمااخبرها ابوبکر بالحدیث توقفت عن ذلک،ولم تعد علیه بطلب،وامامنازعة علی والعباس،فلم تکن فی اصل المیراث"

ترجمہ: سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہانے اپنے والدماجدصلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کاصدیق اکبررضی اللہ عنہ سے مطالبہ فرمایا،آپ کایہ مطالبہ فرمانااس حدیث مبارکہ کوسننے سے قبل تھاجونبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت(یعنی آپ کی میراث جاری نہ ہوگی)پردلالت کرتی تھی،(اس وقت)آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہاقرآن پاک کی (آیت میراث سے)دلیل پکڑکر(مطالبہ )میراث فرمارہی تھیں،جب صدیق اکبررضی اللہ عنہ نے آپ کووہ حدیث مبارکہ سنائی توآپ خاموش ہوگئیں اوراس کے بعد کبھی بھی میراث کامطالبہ نہیں فرمایا،بہرحال حضرت عباس وعلی المرتضی رضی اللہ عنھماکااختلاف میراث کے معاملے میں نہیں تھا(بلکہ تولیت کے معاملے میں تھا) (المفھم شرح صحیح مسلم،کتاب الجہادوالسیر،باب الفی ء والخمس،جلد3،صفحہ 563،حدیث 1277،دارابن کثیر:بیروت)

## تاجدارگولڑہ پیرسیدمہرعلی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تحریک اورسلسلہ جنبانی نے ہم کوسمجھادیا کہ آیۃ "**یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکرمثل حظ الانثیین** "۔(سورۃ النساء:آیت 11) (خداتمہاری اولادکے متعلق تم کوارشادفرماتاہے کہ ایک لڑکے کاحصہ دولڑکیوں کے برابرہے )میں خطاب امت کی طرف ہے اورخلفائے ثلاثہ کے علاوہ اہلبیت پاک علیہم الرضوان نے بھی باغ فدک کے غیرمورث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کردکھایا اورسارے عالم پرواضح ہوگیا کہ جناب سیدۃ النساء (رضی اللہ عنہا)بھی بوجہ بضعۃ الرسول ہونے کے عبدیت محضہ کی وارث ہیں اوراپنے والدماجد علیہ الصلوۃ والسلام ان کی عالی اورپاک شان بھی ملِکیت کے دَھبہ اورخدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزہ اورپاک ہے۔ (تصفیہ مابین سنی وشیعہ،صفحہ 47،پاکستان انٹرنیشنل پرنٹر:لاہور)

## بعض علماء کے نزدیک آپ حدیث میں بطور اجتہادتخصیص کی قائل تھیں:

امام ابن حجرعسقلانی علیہ الرحمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

"واما سببب غضبها مع احتجاج ابی بکر بالحدیث المذکور فلاعتقادها تاویل الحدیث علی خلاف ماتمسک به ابوبکر،وکانها اعتقدت تخصیص العموم فی قوله "لانورث" ورات ان منافع ماخلفه من ارض وعقار لا یمتنع ان تورث عنه ،وتمسک ابوبکر بالعموم ،واختلفا فی امرمحتمل للتاویل "

ترجمہ:بہرحال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکاناراض ہونے کاسبب امیر المؤمنین سیدناصدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حدیث مذکورسے دلیل پکڑناتھا،کیونکہ آپ حدیث میں تاویل کی قائل تھیں برخلاف اس کے جس سے صدیق اکبرنے دلیل لی تھی،کیونکہ آپ رضی اللہ عنہاحدیث"لانورث "میں تخصیص کی قائل تھیں ،آپ کی رائے یہ تھی کہ حدیث مذکور (درھم ودینارسے میراث کومانع ہے) لیکن زمین وغیرہ سے مانع نہیں (یعنی ان میں میراث جاری ہوگی)جبکہ ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ اس حدیث کے عموم کے قائل تھے(یعنی کسی بھی چیزمیں وراثت جاری نہیں ہوگی نہ درھم ودیناراورنہ ہی زمین وغیرہ)اوران دونوں ہستیوں کااختلاف اس معاملے کے احتمالات میں تاویل کی بنیادپرہوا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری،کتاب فرض الخمس،جلد6،صفحہ 224،حدیث 3093،دارالحدیث:القاہرہ)

اورفرمایا:"ان کلا من علی وفاطمة والعباس اعتقد ان عموم قوله"لانورث" مخصوص ببعض مایخلفه دون بعض"

ترجمہ:بیشک ہرایک سیدناعلی وفاطمہ وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین اس بات کے قائل تھے کہ حدیث"لانورث"میں عموم نہیں بلکہ تخصیص ہوگی کہ بعض چیزوں (درھم ودینار )میں میراث جاری نہ ہوگی اور بعض(زمین وغیرہ )میں جاری ہوگی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری،کتاب فرض الخمس،جلد6،صفحہ 231،حدیث 3094،دارالحدیث:القاہرہ)

## عصمت کی تعریف:

شرح عقائد نسفی میں ہے:"وحقیقة العصمة ان لا یخلق اللّٰہ فی عبد الذنب مع بقاء قدرته واختیاره"

یعنی عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کی قدرت اور اختیار کے باقی رہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا اس بندے میں گناہ پیدا نہ کرنا۔

(شرح عقائد نسفی ص ۷۳)

بہارشریعت میں ہے:

عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب اُن سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے۔

(بہارشریعت،جلد1،حصہ 1،نبوت کابیان،مکتبۃ المدینہ:کراچی)

حکیم الامت مفتی احمدیارخان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اصطلاح شریعت میں معصوم صرف حضرات انبیاءکرام اور فرشتے ہیں بعض اولیاء محفوظ ہیں۔معصوم وہ جو گناہ نہ کرسکے محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے۔ (مراۃالمناجیح شرح مشکوۃ ،جلد5،حدیث591،قادری پبلشرز:لاہور)

## معصوم صرف انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہیں ان کے علاوہ کوئی معصوم نہیں:

علامہ اصفہانی علیہ الرحمہ مفردات امام راغب میں فرماتے ہیں:

"وعصمة الانبياء حفظه ایاہم اولا بما خصهم به من صفاء الجوہر ثم بما اعطاہم من الفضائل الجسمية والنفسية ثم بالنصرة وتثبيت اقدامهم ثم بانزال السکینة علیہم وبحفظ قلوبہم وبالتوفيق"۔

یعنی "عصمت انبیاء" کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں کو (ہر قسم کی برائی سے) محفوظ رکھنا، اولاً اس صفاء جوہر کی وجہ سے جو انہی کے ساتھ خاص ہے پھر ان کے فضائل جسمیہ اور نفسیہ کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے پھر اپنی نصرتِ خاص اور انہیں ثابت قدم رکھنے کے ساتھ پھر ان پر سکون و طمانیت نازل فرما کر اور ان کے قلوب کو کج روی سے بچا کر اور اپنی توفیق ان کے شامل حال فرما کر۔ (مفرداتِ امام راغب اصفہانی ص ۳۴۱ طبع مصر)

امام طور پشتی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"وکان صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم معصوما عن الخطأ فی الدین"

ترجمہ:حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول من باب تعجیل الصلوات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان:۲/۱۳۳)

جامع المعقول والمنقول سیدناالشاہ فضل رسول بدایونی قادری برکاتی علیہ الرحمہ المعتقدالمنتقدمیں فرماتے ہیں:

"العصمة وهی خصائص النبوة علی مذهب اهل الحق"

یعنی اہل حق(اہلسنت وجماعت) کے نزدیک عصمت(معصوم ہونا)انبیاء کرام کیساتھ خاص ہے۔

(المعتقدالمنتقد،صفحہ 76،مطبوعہ :ترکی)

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور مَلَک (فرشتوں)کا خاصہ ہے، کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔ (بہار شریعت،جلد1،حصہ 1،نبوت کا بیان، مکتبۃ المدینہ:کراچی)

## انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو معصوم ماننا کیوں ضروری ہے؟

محققین اہلسنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام ان تمام امور سے معصوم ہیں جو موجب نفرت ہوں۔جیسے امہات و زوجات کا فجور اور آباء کی دناء ۃ و رذالت وغیرہ۔اورباب ذنوب میں جمہوراہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی نبوت کے زمانہ میں کبائر سے مطلقاً اور صغائر سے عمداً معصوم ہیں ،کیونکہ ازروئے قرآن وحدیث و اجماعِ امت ،انبیاء علیہم السلام کی اتباع فرض ہے۔کما قال اللہ تعالیٰ: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ "(اے محبوب !فرمادیجئے!اگرتم اللہ سے محبت کرتے ہوتومیری اتباع کرو،اللہ تمہیں اپنامحبوب بنالے گا)اور گناہ حرام ہے۔اگر کسی نبی سے گناہ صادر ہو تو اس کی اتباع حرام ہو گی کیوں کہ اس صورت میں وہ گناہ بھی کرنا پڑے گا جو نبی نے کیا ورنہ اس کی اتباع نہ ہو سکے گی اور گناہ حرام ہونے کی وجہ سے نبی کی اتباع بھی حرام ہو گی اور نبی کی اتباع کا حرام ہونا قطعاً باطل ہے۔لہٰذا نبی سے گناہ کا صادر ہونا بھی باطل ہو گا۔

## آیت تطہیر سے اہلبیت اطہار کامعصوم ہوناثابت نہیں ہوتا :

السید السند میر شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" شرح مواقف "میں فرماتے ہیں:

وایضاً(فاطمة معصومة لقوله تعالیٰ :"انمایریداللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت"(الاحزاب:32)فی معرض الامتنان والتعظیم)فوجب عن ینتفی عنهم الرجس بالکلیة لان انتفاء بعضه یشارکهم فیه غیرهم (ولقوله علیه السلام:فاطمة بضعة منی"وانه علیه السلام معصوم فکذابضعته فتکون فاطمة (صادقة فی دعواهاالارث)لان الکذب عمدارجس ینافی العصمة وکذالک الخطاء فیه۔۔۔۔۔(قولهم :"فاطمة معصومة "قلنا:ممنوع لان اهل البیت یتناول ازواجه واقرباءه کمارواه الضحاک )فانه نقل باسناده عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال حین سالته عائشة عن اهل بیته الذین اذهب اللہ عنهم الرجس لقدخص اللہ بهذه الآیة فاطمة وزینب ورقیة وام کلثوم وعلیاً والحسن والحسین وجعفروازواج محمدواقرباءه (ولم یکونوامعصومین )بالاتفاق،(وقوله:)علیه السلام(بضعة منی مجازقطعاً)لاحقیقة فلایلزم عصمتها(و)ایضاً(وعصمة النبی قدتقدم مافیها ولایجب)ایضاً(مساواة البعض الجملة)فی جمیع الاحکام فلعل المرادبهاکبضعة منی فیمایرجع الی الخیروالشفقة۔

ترجمہ:(شیعہ کی دلیل یہ ہے کہ)سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہامعصوم ہیں کیونکہ اللہ رب العزت کافرمان عالیشان:(اے)اہلبیت اللہ توصرف تم سے ہرطرح کی ناپاکی کودورکرنے کاارادہ فرماتاہے"(سورۃ الاحزاب:آیت:32)میں انتہائی بھلائی اورتعظیم مقصود ہے۔جس سے ان کابالکلیہ (ہرطرح کی )ناپاکی کادورہوناثابت ہوتاہے،کیونکہ ان سے بعض ناپاکیوں کے دور ہونے(اوربعض کے نہ ہونے سے )دیگر(عام لوگوں )میں شامل ہونالازم ہوگا،(جوکہ درست نہیں)(اورجب آپ کامعصوم ہوناثابت ہوگیاتو)آپ کامیراث کے دعوے میں سچاہونابھی ثابت ہوگیا۔

(شیعہ کے نزدیک سیدہ پاک رضی اللہ عنہاکے معصوم ہونے پردوسری دلیل یہ ہے کہ )نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاکہ "فاطمہ میرے جگرکاٹکڑاہے"اوربالاتفاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں توآپ کے جگرکاٹکڑاسیدہ فاطمہ بھی معصوم ہیں۔کیونکہ جان بوجھ کریاغلطی سے جھوٹ بولناعصمت کے خلاف ہے۔

(شیعہ کی دلیل کہ"سیدہ پاک آیت تطہیر کی بناء پرمعصوم ہیں "کاجواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ)

ہم کہیں گے کہ یہ دعوی تسلیم نہیں ہے کیونکہ (آیت تطہیر)میں اہل بیت (کے تحت )حضورسیدعالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی ازواج پاک اوراقرباء بھی داخل ہیں جیساکہ امام ضحاک اس کوروایت کیاہے۔اورآپ نےاسے سندکیساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا:جب ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے آیت تطہیرمیں ان اھل بیت کے بارے میں سوال کیاجن سے اللہ تعالیٰ نے ہرطرح کی ناپاکی کودورفرمایاہے،(کہ ان سے کون مرادہیں )تو(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاکہ"تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے سیدہ فاطمہ،زینب،ام کلثوم ،رقیہ ،علی ،حسن ،حسین،جعفراورازواج مطہرات اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کوخاص فرمایا۔حالانکہ یہ تمام (اہلسنت وشیعہ کے نزدیک )بالاتفاق معصوم نہیں ہیں۔(لہذااگرشیعہ آیت تطہیرسے سیدہ پاک کومعصوم مانتے ہیں تواسی آیت تطہیرسے ان دیگرہستیوں کومعصوم کیوں نہیں مانتے ؟جبکہ یہ آیت مبارکہ ان تمام ہستیوں کیلئے نازل ہوئی ہے۔جیساکہ ابھی گزرا)

(شیعہ کی دوسری دلیل "کہ سیدہ فاطمہ حضور کے جگر کا ٹکڑا ہونے کی بناء پر معصوم ہیں "کا جواب دیتے ہوئے میر سید فرماتے ہیں):
کہ "فاطمة منی" یہ یقیناً مجازی معنی میں ہے نہ کہ حقیقی (جیسے ہمارے ہاں بھی اپنی اولاد کیلئے کہا جاتا ہے کہ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میرے جگر سے کاٹ کر یہ ٹکڑا الگ کر دیا گیا ہے، یا اسی طرح کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی اولاد کو اپنا پیٹ کاٹ کر پڑھایا لکھایا ہے تو اسے مراد حقیقتاً پیٹ کاٹ کر مراد نہیں بلکہ محنت ومشقت مراد ہے، اسی طرح وہاں بھی محبت وشفقت مراد ہے نہ کہ حقیقۃً جگر کا الگ کوئی ٹکڑا ہونا) لہٰذا یہ فرمانے سے آپ رضی اللہ عنہا کو معصوم ہونا لازم نہیں آتا۔ بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم ہونے کا بیان پیچھے گزر چکا ہے (وہاں ملاحظہ فرمائیں)
اور پھر (یہ بھی یاد رہے کہ) جزؤ تمام احکام میں کل کے مساوی وبرابر ہو یہ بھی ضروری نہیں۔ پس شاید "بضعة منی" (مجھ سے ہے) سے مراد شفقت وبھلائی میں (میری طرح ہونا) ہے۔ (کہ جیسے میں شفیق ہوں اسی طرح یہ بھی شفیق وخیر خواہ ہیں۔)
(شرح مواقف، المرصد الرابع، المقصد الرابع، الامام بعد رسول اللہ علیہ السلام، جلد8، صفحہ 286، 287، دار الکتب العلمیہ: بیروت، لبنان)

**تاجدار گولڑہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت تطہیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:**

آیت تطہیر کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے بمقتضائے بشریت کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو وتطہیر الٰہی میں داخل ہو گی۔
(تصفیہ مابین سنی وشیعہ، صفحہ 47، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز: لاہور)
اور فرماتے ہیں کہ: "اور اذھاب الرجس وتطہیر" بدیں معنی یعنی سب عیوب سے پاک کر دینا انہی کا حصہ ہے۔ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد ہو بھی تو زیر عفو وتطہیر داخل ہو گی۔ (تصفیہ، مابین سنی وشیعہ، صفحہ 56، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز: لاہور)
اور فرمایا: "یہ ساری تحقیق اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ آیۃ تطہیر کا مورد خواہ امہات المؤمنین ہوں، یا مع آل کساء، یا صرف آل کساء علیہم السلام، تطہیر اور اذھاب الرجس بصورت تنزیل احکام وہدایات شرعیہ نہیں (جو اہل ایمان کو بھی شامل ہے) بلکہ یہ معنی عفو ومغفرت در آخرت ہے۔ خطا کا صدور بہر کیف مطہرین سے ممکن ہے، البتہ حشر ان کا آخرت میں مغفرت کاملہ کی صورت میں ہو گا۔
(تصفیہ مابین سنی وشیعہ، صفحہ 58، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز: لاہور)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ آیت تطہیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
اس جملہ یعنی "لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ" الخ میں ان احکام کی حکمت کا ذکر ہے کہ ہم نے تم کو یہ احکام اس لیے دیئے کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے زمانہ جاہلیت کی گھناونی عادات کی گندگی دور رکھے اور تم کو پاک و صاف رکھے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے یہ حضرات پاک و صاف نہ تھے اب پاک ہوں گے۔ خیال رہے کہ سواء انبیاء کرام اور فرشتوں کے معصوم کوئی نہیں ہاں حضرات صحابہ اور بعض اولیاء اللہ محفوظ ہیں۔ اس آیت سے ان حضرات کی معصومیت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ روافض نے سمجھا۔ معصوم وہ جو گناہ نہ کر سکے، محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد6، حدیث، 377، قادری پبلشرز: لاہور)

**غیر نبی کو معصوم ماننا اسے نبی ماننے اور ختم نبوت کے انکار کے مترادف ہے:**

تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۴۰:

"آنچه گفته است که فاطمه بنت اسد را وحی آمد که درخانه کعبه برود و وضع حمل نماید دروغیست پربمیزه زیرا که کسے از فرق اسلامیه وغیر اسلامیه قائل به نبوت فاطمه بنت اسد نه شده حجاج چه قسم ایں رامسلم ے داشت"۔

جو کہا جاتاہے کہ فاطمہ بنت اسد کو وحی آئی کہ تو خانہ کعبہ میں جا اور وہاں بچے کی پیدائش کر، یہ سب جھوٹ اور بے پر بات ہے کیونکہ کوئی بھی اسلامی اور غیر اسلامی فرقہ فاطمہ بنت اسد کی نبوت کا قائل نہیں ہے، حجاج اس کو کس طرح تسلیم کرسکتاہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ: کیدہشتادو ہفتم، سہیل اکیڈمی لاہور، ص۷۹)

غرض اس ناپاک کلمے کے کلمہ کفرہونے میں اصلا شک نہیں اور اس میں اور جو خباثتیں ہیں مثلا غیر نبی کو تقلید انبیاء سے من وجہ آزاد اور احکام شرعیہ میں خود محقق اور علوم انبیاء کا ہمسر وہم استاد اور بتقلید روافض مثل انبیاء معصوم ماننا ان کی شناعتیں ہر سچے مسلمان پر ظاہرہیں۔

یہاں صرف ایک عبارت شاہ ولی اللہ پر اختصار کروں الدرالثمین میں شاہ صاحب فرماتےہیں:

"سألت صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم سوالا روحانیا عن الشیعة فاومی الی ان مذهبهم باطل وبطلان مذهبهم یعرف من لفظ الامام ولما افقت عرفت ان الامام عندهم هو المعصوم المفترض طاعة الموحی الیه وحیا باطنیا وهذا هو معنی النبی فمذهبهم یستلزم انکارختم النبوۃ قبحهم اللہ تعالٰی ۔"

ترجمہ:میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے رافضیوں کے بارے میں روحانی سوال کیا حضور نے ارشادفرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور اس کا بطلان لفظ امام سے ظاہرہے جب مجھے ہوش آیا میں نے پہچاناکہ ان کے نزدیک امام وہ ہے جو معصوم ہو اوراس کی اطاعت فرض اور اس کی طرف وحی باطنی آتی ہو، اور یہی معنی نبی کے ہیں تو ان کے مذہب سے ختم نبوت کا انکار لازم آتاہے، اللہ ان کا بُرا کرے۔ (جلد6،رسالہ:الدرالثمین ،صفحہ 107،مطبوعہ:دہلی،ہند)

(فتاوی رضویہ،جلد15،صفحہ 193،194،رضافاؤنڈیشن:لاہور)

## غیر نبی کو نبی کے برابریاافضل جانناکفرہے:

شرح مواقف میں ہے:"وتفضیل غیرالانبیاء علیهم باطل بالاجماع فوجب القطع بان الانبیاء لم یتبعوه والم یذنبوه"

ترجمہ:کسی بھی غیرنبی کوانبیاء کرام میں سے کسی پر بھی فضیلت دینابالاجماع باطل ہےورنہ قطعی طورپریہ لازم آئے گاکہ کوئی شخص کسی نبی کی پیروی نہ کرکے بھی گناہ گارنہ ہو(حالانکہ انبیاء کرام کوبھیجاہی اسی لئے گیاہے کہ ان کی پیروی کی جائے)

(شرح مواقف،المرصدالاول ،المقصد الخامس :فی عصمۃ الانبیاء،جلد8،صفحہ 291،دارالکتب العلمیہ:بیروت)

منح الروض الا زہر شرح فقہ اکبر مطبع حنفی ص ۱۴۶ میں ہے:

"ما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولي افضل من النبي كفر وضلالة والحاد وجهالة"۔ وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بے دینی و جہالت ہے۔

(منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب الولی لایبلغ درجۃ النبی، مصطفیٰ البابی مصر، ص ۱۲۱)

شرح مقاصد مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ ص ۳۰۵ اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی آخر فصل اول باب ثانی میں ہے:

"واللفظ لہا ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء"۔

بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔

(طریقہ محمدیہ: ان الولی لا یبلغ درجۃ النبی ﷺ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ: ۱/ ۸۴)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۱۵ میں ہے:

"التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی"۔

ترجمہ: کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ: والا ستخفاف بالشریعۃ کفر، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد: ۱/ ۳۱۵)

شرح عقائد نسفی مطبع قدیم ص ۶۵ پھر طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ ص ۲۱۵ میں ہے:

"واللفظ لهما (تفضيل الولي على النبي) مرسلا كان اولا (كفر وضلال كيف وهو تحقير النبي) بالنسبة الى الولي (وخرق الاجماع) حيث اجمع المسلمون على فضيلة النبي على الولي الخ باختصاره"

ترجمہ: ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر و ضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رَد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے الخ اختصاراً۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ: والا ستخفاف بالشریعۃ کفر: مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد: ۱/ ۳۱۶)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۸ میں ہے:

"النبي افضل من الولي وهو امر مقطوع به والقائل بخلافه كافر لانه معلوم من الشرع بالضرورة۔"

ترجمہ: نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

(ارشاد الساری کتاب العلم باب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۱۴)

(فتاوی رضویہ، کتاب السیر، جلد14، صفحہ 262، 263، رضافاؤنڈیشن: لاہور)

غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینا کفر ہے اگر جزئی فضیلت مراد ہو تو یہ بے ادبی، بد زبانی اور مسلمانوں کی بدخواہی اور دین وایمان کو جلانا ہے اور حد سے تجاوز کرنا ظلم ہے ان کا بعض وغیرہ کفر وحرام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ (القرآن الکریم: ۶۵/ ۱)

(فتاوی رضویہ، کتاب السیر، جلد14، صفحہ 640، رضافاؤنڈیشن: لاہور)

فقیر نے اپنے فتوٰی مسمّٰی بہ رڈالرفضۃ میں شفاء شریف امام قاضی عیاض و روضہ امام نووی وارشاد الساری امام قسطلانی وشرح عقائد نسفی و شرح مقاصد امام تفتازانی واعلام امام ابن حجر مکی ومنح الروض علامہ قاری وطریقہ محمدیہ علامہ برکوی وحدیقہ ندیہ مولیٰ نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماعِ مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا، جو ایسا کہے

قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے،ازاں جملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے: "النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع به والقائل بخلافه کافرکانه معلوم من الشرع بالضرورة" یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

( ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العلم باب مایستحب للعالم الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۱۴)

(فتاوی رضویہ،کتاب السیر،جلد15،صفحہ 574،رضافاؤنڈیشن:لاہور)

## مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کوکسی نبی کے برابریاافضل ماننے والاکافرہے:

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا، جو کسی غیر نبی کو کسی نبی کے ہمسر یا افضل جانے وہ بالاجماع کافر مرتد ہے۔مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا مرتبہ انبیائے بنی اسرائیل یا کسی نبی سے بالا یا برابر ماننا واجب درکنار کفر خالص ہے۔

(فتاوی رضویہ،جلد29،صفحہ 228،رضافاؤنڈیشن:لاہور)

ان (شیعہ)کا ہر تنفس(شخص) سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہےباجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔

شفاء شریف صفحہ ۳۶۵ میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے:

"وکذٰلک نقطع بتکفیرغلاۃ الرافضة فی قولھم ان الائمة افضل من الانبیاء"۔

اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جوائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ماھو من المقالات: ۲/ ۲۷۵)

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر صفحہ ۴۴ میں کلام شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں، ملا علی قاری شرح شفا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۶ میں فرماتے ہیں:" ھذاکفرصریح"(یہ کُھلا کفر ہے۔)

(شرح الشفاء ملا علی قاری فصل فی بیان ماھو من المقالات دارالفکر بیروت ۴/ ۵۱۹)

(فتاوی رضویہ،کتاب السیر،جلد14،صفحہ 262،263،رضافاؤنڈیشن:لاہور)

## اجتہاد کی تعریف:

السیدالسندمیرشریف جرجانی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

"الاجتھادفی اللغة :بذل الوسع،وفی الاصطلاح :استفراغ الفقیه الوسع لیحصل له ظن بحکم شرعی ،وبذل المجھود فی طلب المقصود من جھة الاستدلال"

ترجمہ:اجتہاد کالغوی معنی ہے انتہائی کوشش کرنا،جبکہ اصطلاح شرع میں اس سے مراد ہے :" فقیہ کاکسی حکم شرعی کے حصول اوردلائل کیساتھ مقصود کوطلب کرنے کیلئے اپنی علمی صلاحیتوں کوصرف کرنااجتہاد کہلاتا ہے"۔

(کتاب التعریفات، صفحہ 13، مطبوعہ: لاہور)

اورعلامہ عبدالحکیم لکھنوی نے نورالانوار کے حاشیہ قمرالاقمار میں یوں تعریف کی ہے:"وھوبذل الفقیہ طاقتہ فی استخراج الحکم الشرعی النظری بحدیث یحس عن نفسہ العجزعن المزیدعلیہ"

ترجمہ: فقیہ کو اپنی فکری طاقت کو حکم شرعی نظری کے استنباط میں اس طرح خرچ کرنا ہے کہ اس سے زیادہ فکری طاقت کے استعمال سے وہ اپنے آپ کو عاجز محسوس کرے۔ (حاشیہ قمرالاقمار تحت نورالانوار، صفحہ 246، مطبوعہ: لاہور)

## مجتہد کی تعریف:

"المجتہد:من یحوی علم الکتاب ووجوہ معانیہ ،وعلم السنۃ بطرقھا ومتونھا ووجوہ معانیھا،ویکون مصیبا فی القیاس عالمابعرف الناس"

ترجمہ: وہ شخص ہے جو کتاب اللہ اوراس کے وجوہ معانی کو جانتا ہو،اورحدیث رسول کے طرق،متون اوروجوہ معانی کی معرفت رکھتا ہو،اورلوگوں کے عرف سے واقف ہونے کیساتھ ساتھ قیاس میں مصیب ہو۔

(کتاب التعریفات، صفحہ 142، مطبوعہ: لاہور)

امام ابن امیرالحاج علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"المجتہد:ہوالبالغ العاقل ذوملکۃ یقتدربھا علی استنتاج الأحکام من مآخذھا"

ترجمہ: مجتہد فقیہ وہ عاقل بالغ مسلمان جو ایسا ملکہ (صلاحیت) کا حامل ہو جس کے ذریعے وہ استنباطِ احکام کی قدرت رکھتا ہو۔

(التقریر، صفحہ 36، مطبوعہ: دارلکتب العلمیہ: بیروت)

## خطاء کی تعریف واقسام:

کتاب التعریفات للجرجانی میں ہے:"الخطاء :ھو مالیس للانسان فیہ قصد۔وھوعذرصالح لسقوط حق اللہ تعالیٰ اذاحصل علی اجتھادہ،ویصیرشبھۃ فی العقوبۃ حتی لایؤثم الخاطی،ولایؤاخذبحدولاقصاص"

یعنی خطاء سے مراد جس میں انسان کا قصدوارادہ نہ ہو،اوروہ حقُ اللہ کے ساقط کرنے میں عذرصالح ہے،جبکہ علی الاجتہاد حاصل ہو،اورعقوبات میں شبہہ ہوجائے ،یہاں تک کہ خاطی کوگناہگارنہیں کہاجائے گااورنہ ہی اس پرحد۔۔یا۔۔قصاص کے ذریعے مؤاخذہ ہوگا۔ (کتاب التعریفات للجرجانی، صفحہ 72، مطبوعہ: لاہور)

بہارشریعت میں ہے:

خطا کا مطلب ہے کوئی کام بلا ارادہ ہوجانا یا ارادہ کے خلاف ہوجانا لہٰذا اگر مجتہد سے اپنی تمام تر مخلصانہ کوشش کے بعد استخراج مسائل و حکم شرعی میں خطا ہوجائے تو وہ آثم و ماخوذ نہیں(گناہ گاراورآخرت میں قابل گرفت نہیں)بلکہ ایک گونہ(گنا) اجر وثواب کا مستحق ہے۔قتل اگر خطاءً ہوا ہو تواس پر حدیا قصاص نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 19، ضمیمہ، القواعد الفقہیہ، صفحہ 1078، مکتبۃ المدینہ: کراچی)

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

خطاء دو قسم ہے:

(1) خطاء عنادی: یہ مجتہد کی شان نہیں

(2) خطاء اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اِس میں اُس پر عند اللہ اصلاً مؤاخذہ نہیں۔

مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم ہے:

(1) خطاء مقرر: اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا، یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو، جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(2) دوسری خطاء منکَر: یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا، کہ اس کی خطا باعثِ فتنہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیّدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطاء کا تھا۔

(فتاویٰ رضویۃ: جلد29، صفحہ336،335، رضافاؤنڈیشن: لاہور)

## اجتہاد اور خطاء اجتہادی کی شرعی حیثیت:

اخرجه احمد والترمذی وابن ماجة والحاکم عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کل بنی اٰدم خطاء وخیر الخطائین التوابون" اھ۔

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آدم محل خطاء ہے اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کر لینے والے ہوتے ہیں اھ۔

(مسند احمد بن حنبل مروی از انس رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۹۸)

"عن عمرو بن العاص انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطا فله اجر"

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی حاکم فیصلہ کرے اور اس میں اجتہاد سے کام لیتے ہوئے درست فیصلہ کرے تو اسے دُگنا اجر ملے گا اور اگر وہ غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملے گا۔ یہی حدیث پاک حضرت ابوہریرہ و حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(صحیح بخاری، جلد2، باب اجر الحاکم اذا اجتھد فاصاب او اخطا، حدیث نمبر7352)

(صحیح مسلم: حدیث:4487، سنن ابی داؤد: حدیث:3574)

(جامع الترمذی: حدیث:1326، سنن نسائی: حدیث:5381)

(سنن ابن ماجہ: حدیث:2314، مسند احمد بن حنبل: حدیث 17809)

(صحیح ابن حبان:حدیث 5060،سنن نسائی الکبری:حدیث 5918)
(سنن کبری للبیہقی:20513،مسند ابویعلی:حدیث 5903)
(معجم اوسط للطبرانی:حدیث 3190)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے (حضرت عمروبن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا)"فان اجتهدت فاصبت القضاءفلك عشرة اجوروان اجتهدت فاخطات فلك اجرواحد"ترجمہ:اگرتم نے اجتہادسے صحیح فیصلہ کیاتوتمہیں دس نیکیاں ملیں گی اوراگرتم نے اجتہادکے بعدخطاکی توتمہیں ایک نیکی ملے گی۔ (مسندامام احمدبن حنبل،جلد4،صفحہ 205،مکتبۃ الاسلامیہ:بیروت)

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

"قال العلماء اجمع المسلمون على ان هذاالحديث فى حاكم عالم اهل للحكم فان اصاب فله اجران اجرباجتهاده واجرباصابته وان اخطافله اجرباجتهاده وفى الحديث محذوف تقديره اذاارادالحاكم فاجتهد قالوافامامن ليس باهل للحكم فلايحل له الحكم فان حكم فلااجرله بل هوآثم ولاينفذحكمه سواء وافق الحق ام لا لانه اصابته اتفاقية ليست صادرة عن اصل شرعى فهوعاص فى جميع احكامه سواء وافق الصواب ام لا وهى مردود كلهاولايعذر فى شئى من ذلك"۔

ترجمہ:علماءِ کرام نے فرمایاکہ مسلمانوں کااس پراجماع ہے کہ بیشک یہ حدیث مبارکہ عالم حاکم کے بارے میں ہےجوفیصلہ کرنے کااہل ہو،پس اگراس نےفیصلہ کرنے میں درستی کوپالیاتواس کیلئے دُگنااجرہے،ایک اجتہادکااوردوسرادرستی کوپالینےکا،اوراگراس سے خطاہوگئی تواس کیلئے صرف اجتہادکرنے کااجرہے۔اورحدیث میں یہ عبارت محذوف ہے کہ جب حاکم فیصلہ کرنے کاارادہ کرےتواجتہادکرے۔بہرحال یادرہے !جوفیصلہ کرنے کااہل نہیں اس کیلئے اجتہادکرناحلال نہیں ،پھراگراس نے فیصلہ کیاتواس کیلئے اجرنہیں بلکہ وہ گناہ گارہوگا،اوراس کاحکم نافذنہیں ہوگا،چاہے اس کافیصلہ حقیقۃً درست ہویاغلط،کیونکہ اس فیصلے کادرست ہونااتفاقی طورپرہے ،نہ کہ شرعی اصولوں کے مطابق ،لہٰذا یہ شخص اپنے ان تمام فیصلوں کی بناپرگناہ گارہوگا،چاہے اس کے فیصلے درست ہوں یاغلط،اوریہ تمام فیصلے مردودہوں گے،اوراس کی طرف سے کوئی عذرقبول نہیں کیاجائے گا۔

(حاشیہ صحیح مسلم ،جلد2،کتاب الاقضیہ،باب بیان اجرالحاکم اذااجتہدفاصاب اواخطا،صفحہ 86،مطبوعہ:لاہور)

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح مسلم شریف کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :

"وقداختلف العلماء فى ان كل مجتهدمصيب ام المصيب واحد وهو من وافق الحكم الذى عندالله تعالىٰ والآخر مخطى لااثم عليه لعذره والاصح عندالشافعى واصحابه ان المصيب واحد وقداحتجت الطائفتان بهذاالحديث وامااالاولون القائلون كل مجتهدمصيب فقالواقدجعل للمخطى اجرفلولااصابته لم يكن له اجر وامااالآخرون فقالوااسماه مخطيا ولوكان مصيبالم يسمه مخطياواماالاجر فانه حصل له تعبه فى الاجتهاد قال الاولون

انماسماہ مخطیالانہ محمول علی من اخطی النص اواجتہد فیمالایسوغ فیہ الاجتہاد کالمجمع علیہ وغیرہ وہذاالاختلاف انماھو فی الاجتہاد الفروع فامااصول التوحید فالمصیب فیہاواحدباجماع من یعتدبہ ولم یخالف"

ترجمہ: تحقیق علماء کرام کااس بارے میں اختلاف ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوگایاان میں سے صرف ایک ،اورمصیب وہ مجتہد ہوگا جس نے اس حکم کوپالیاجواللہ کے نزدیک ہے،اوردوسرا مخطی ہوگا لیکن گناہ گار نہیں ،اس کے معذور ہونے کی وجہ سے،اورامام شافعی اوران کے اصحاب کے نزدیک اصح یہ ہے کہ بیشک مصیب صرف ایک ہی ہوگا۔علماء کے دونوں گروہ اسی حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں ،پہلا گروہ جوہر مجتہد کے مصیب ہونے کے قائل ہیں ،کہتے ہیں کہ چونکہ مخطی مجتہد بھی ایک اجر کا مستحق ہے ،اگریہ مصیب نہ ہوتاتواس کیلئے اجرکیوں ہوتا(بلکہ گناہ ہوتا،جبکہ ایسانہیں ہے)اوردوسرے گروہ نے (جوصرف ایک کے مصیب ہونے کے قائل ہیں )کہاایک مجتہد کاحدیث پاک میں مخطی نام رکھناہی اس بات کی دلیل ہے کہ مصیب ایک ہی ہوگا،کیونکہ اگریہ مصیب ہوتاتواس کانام مخطی نہ رکھاجاتا،باقی رہاایک اجرملناتووہ اس کے اجتہاد کیلئے کوشش کرنے کی بناء پرہے،پہلے گروہ نے کہاکہ اس کانام مخطی رکھنا محمول ہوگا اس پر کہ جس نے نص میں خطاکی،اوراس مسئلہ میں اجتہاد کیاجس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں تھی،جیسے کہ اس مسئلہ میں اجتہاد کرناجس پراجماع امت ہو،یاجس پرواضح نص ہو)یادرہے ! یہ اختلاف (کہ دونوں مصیب ہوں گے یافقط ایک )فروعی مسائل میں ہے ،بہرحال اصولی مسائل جیسے توحیدباری تعالیٰ وغیرہ توان میں صرف ایک ہی مصیب ہوگااوراس پراتنے کثیرعلماء امت کااجماع ہے کہ جس کوشمار نہیں کیاجاسکتااوراس میں کسی کااختلاف نہیں۔

(حاشیہ صحیح مسلم ،جلد2،کتاب الاقضیہ،باب بیان اجرالحاکم اذااجتہدفاصاب اواخطا،صفحہ 86،مطبوعہ:لاہور)

علامہ ابوالعباس احمدبن محمدبن ابراہیم القرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"(قولہ:الالایصلین احد العصرالا فی بنی قریظۃ )۔۔۔فکان فیہ حجۃ لمن یقول:ان کل مجتہد مصیب،اذلوکان احدالفریقین مخطئا لعینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ویمکن ان یقال :انہ انما سکت عن تعیین المخطیئ لانہ غیرآثم ،بل ماجور،فاستغنی عنہ تعیینہ ،واللہ اعلم

ترجمہ:اورحدیث پاک کے یہ الفاظ کہ (عصرنمازبنی قریظہ کی بستی میں ہی جاکراداکرنا)کے تحت فرماتے ہیں :اس میں ان اہل علم کیلئے دلیل ہے جوکہتے ہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہے کیونکہ اگران دونوں گروہوں میں سے کوئی ایک خطاپرہوتاتونبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور تعیین فرماتے ،اوریہ کہنا ممکن ہے کہ ہوسکتاہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخطی(خطاکرنے والے )گروہ کی تعیین اس وجہ سے نہ فرمائی ہوکیونکہ وہ گناہ گار نہیں ہے بلکہ اجر کا مستحق ہے،لہذا تعیین کی حاجت نہیں ہے۔

(المفہم شرح صحیح مسلم،کتاب الاقضیہ،باب تسویغ الاجتہاد،جلد5،صفحہ 175،حدیث 1813،دارابن کثیر:بیروت)

علامہ ابن حجرعسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

"انما یؤجر العالم لان اجتہادہ فی طلب الحق عبادۃ ،ھذااذااصاب ،واما اذااخطا فلایؤجر علی الخطا بل یوضع عنہ الاثم فقط"

ترجمہ:اجتہادکرنے پرصرف عالم کواجردیاجائے گاکیونکہ حق کوطلب کرنے میں کوشش کرنابھی عبادت ہے،یہ اس وقت جب وہ درستی کوپالے،اورجب اس سے خطاہوجائے توخطاپراجرنہیں دیاجائے گابلکہ (اس کے طلب حق میں کوشش کی برکت سے اس)خطاکو اٹھادیاجائے گا۔

اورفرماتے ہیں:قولہ :"(ثم اخطا)ای ظن ان الحق فی جھۃ ،فصادف ان الذی فی نفس الامر بخلاف ذلک ،فالاول لہ اجران ،اجرالاجتہاد واجرالاصابۃ ،والآخرلہ اجرالاجتہاد فقط"

ترجمہ:حدیث پاک کے یہ الفاظ(پھراگراس سے خطاہوجائے )یعنی اس نے گمان کیاکہ وہ حق بجانب ہے جبکہ معاملہ اس کے برخلاف تھا(یعنی حقیقۃً وہ خطاپرتھا)تواول کیلئے(جس نے درستی کوپالیا)دواجرہیں:(1)اجتہادکرنے کااجر(2)درستی کوپالینے کااجر۔اوردوسرے کیلئے(جس سے اجتہادمیں خطاہوگئی)فقط اجتہادکرنے کااجرہوگا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری،کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ،جلد13،صفحہ 364،حدیث 7352،دارالحدیث:القاہرہ)

النبراس میں ہے:

"انھم کانوایطلبون الحق ولکن یصیب بعضھم فی الاجتہاد ویخطی بعضھم والمخطی فی الاجتہاد غیرماخوذ بل ماجورفکذاجرت عادۃ السلف الصالحین بجمل الافعال الصحابۃ علی مقاصد صحیحۃ"

بیشک مجتہدین حق تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان میں سے بعض اجتہادکرنے میں درستی کوپالیتے ہیں اوربعض سے خطاء ہوجاتی ہے،یادرہے!اجتہادمیں خطاء کرنے والے کی پکڑنہیں ہوگی بلکہ وہ اجروثواب کامستحق ہوگا،اسی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے افعال کوبھی اچھے محمل اور صحیح مقاصدپرمحمول کرناسلف صالحین کی ہمیشہ سے عادت جاریہ ہے۔

(النبراس شرح العقائدالنسفیہ،صفحہ 329،مطبوعہ:لاہور)

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمدرضاخان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"بخلاف المجتہدات الخلافیۃ فان المجتہد یخطی ویصیب فلا نعد وعما اعتقدنا انہ صواب یحتمل الخطأ الی ماظننا انہ خطأ یحتمل الصواب"۔

ترجمہ:اس کے برخلاف اجتہادی اختلافی مسائل میں چونکہ مجتہد کے اجتہاد میں درستی اور خطا دونوں کااحتمال موجود ہے اس لئے وہاں ہم اپنے ظن میں درست کو اپنائیں گے اورجس کو ہم خطا سمجھیں گے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطاء کااحتمال ہے۔ (فتاوی رضویہ،جلد7،صفحہ689،رضافاؤنڈیشن:لاہور)

## ایک مجتہدکااجتہاد دوسرے کے اجتہاد کونہیں توڑتا:

الاشباہ والنظائرمیں ہے:"الاجتہادلاینقض بالاجتہاد"ترجمہ:ایک اجتہاددوسرے اجتہادکوساقط نہیں کرتا۔

(الاشباہ والنظائر،الفن الاول:القواعد الکلیۃ،النوع الثانی ،القاعدۃ الاولیٰ ،صفحہ 89،90)

حضرت مولاناسید ظہیراحمد زیدی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ شاگرد رشید حضور صدرالشریعہ مفتی محمدامجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس قاعدے کے تحت بہار شریعت میں فرماتے ہیں:"یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد کو ساقط نہیں کرتا یعنی ٹوٹتا نہیں ہے ،اس قاعدہ کی بنیاد صحابہ کرام کا عمل ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چندمسائل کے سلسلے میں حکم صادر فرمایا،جس کی مخالفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی ،مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حکم اس سے ساقط نہ ہوا،نہ کالعدم،اسی طرح فدک کے بارے میں خلیفہ اول(بلافصل)کا حکم حضرت عباس ،حضرت فاطمہ،حضرت علی رضی اللہ عنھم کے اجتہاد سے نہ ٹوٹا،نہ ساقط ہوا"۔

(بہار شریعت،جلد3،حصہ 19،القواعد الفقھیہ، قاعدہ نمبر24،صفحہ 1089،مکتبۃ المدینۃ:کراچی)

## صحابہ کرام علیہم الرضوان مجتہد تھے:

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

"اقول:ولاعجب من تکلم السلف فی بعضھم کماوقع للصحابۃ ،لانھم کانوامجتھدون بعضھم علی من خالف الآخر سیمااذاقام عندہ مایدل لہ علی خطا غیرہ ،فلیس قصدھم الاالانتصار للدین لالانفسھم"۔

میں کہتا ہوں :اگر بزرگان سلف باہم ایک دوسرے کے بارے میں کوئی کلام یااعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات ہے،نہ قابل اعتراض اور قابل مواخذہ جیساکہ ہمارے مقتدیٰ و ذو الاحترام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان واقعات پیش آئے ،کیونکہ وہ سب ہی مجتہدین کے درجہ اور مقام میں تھے،اس لئے یہ فطری عمل ہے کہ وہ اپنے مخالف قول پر گرفت کریں اوراسے ناپسند خیال فرمائیں خاص طور پر اس صورت میں جبکہ ان کے پاس دوسرے کے خطاپر ہونے کی دلیل بھی ہو،ان سے ان کا حقیقی مقصد دین کی خیر خواہی اوردین کی مدد ہی ہوتا ہے،نہ کہ اپنے کسی ذاتی مفاد کیلئے۔

(ردالمحتار،المقدمۃ،مطلب :یجوز تقلید المفضول۔۔۔الخ،جلد1،صفحہ 135،مطبوعہ:لاہور)

السیدالسندمیر شریف علی بن محمد الجرجانی (المتوفی816ھ)شرح مواقف میں ہے:

"(الجمھورعلی ان اھل الامامۃ )ومستحقھا من ھو(مجتھد فی الاصول والفروع لیقوم باموالدین)"

ترجمہ:جمہوراہلسنت کے نزدیک امامت(یعنی خلافت)کے منصب پرفائز ہونے والے یااس کے مستحق کادین کے اصول وفروع میں مجتہد ہونالازم ہے تاکہ وہ امور دین کونافذ کرسکے۔

(شرح مواقف،المرصد الرابع،المقصد الثانی،فی شروط الامامۃ،جلد8،صفحہ380،دارالکتب العلمیہ :بیروت،لبنان)

اسی میں ہے:"(وانہ)ای ابابکر(مجتھد)"ترجمہ:بیشک ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مجتہد تھے۔

(شرح مواقف،ایضاً،صفحہ389،دارالکتب العلمیہ:بیروت،لبنان)

## اہلبیتِ اطہار علیہم الرضوان مجتہد تھے:

بحرالعلوم علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

"واهل البیت کسائرالمجتهدین یجوزعلیهم الخطا فی اجتهادهم وهم یصیبون ویخطئون وکذایجوز علیهم الزلة وهی وقوعهم فی امرغیرمناسب لمرتبتهم من غیرتعمد کماوقع من سیدة النساء رضی الله تعالیٰ عنها من هجرانها خلیفة رسول الله صلی الله علیه وآله واصحابه وسلم حین منعها فدك من جهة المیراث ولا ذنب فیه"

ترجمہ:تمام اہلبیت اطہار مجتہد ہیں،ان سے اجتہاد میں خطاواقع ہوناجائزہے،اوروہ اجتہادمیں مصیب بھی ہوتے ہیں اور مخطی بھی،اسی طرح ان سے زَلۃ (لغزش)کاواقع ہونابھی جائزہے،اور(زَلۃ سے مراد)ان کاکسی امرغیرمناسب میں غیرارادی طورپر واقع ہوجاناجوان کے مرتبے کےشایان شان نہ ہو،جیساکہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کاخلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم (سیدناصدیق اکبر)رضی للہ تعالیٰ عنہ کوچھوڑ دیناہے،جب انہوں نے فدک کومیراث کے طورپردینے سے منع فرمایا،اوراس میں کچھ گناہ نہیں۔ (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت،الاصل الثالث ،الاجماع:صفحہ 279،مطبوعہ:کراچی)

شرح مواقف میں ہے:

"(فمنع)ابوبکر(فاطمة ارثها لفدك)وهی قریة بخیبر کانت للنبی صلی الله علیه وسلم ومات عنها(وقدکانت )فاطمة (مستحقة لنصفها لانه قال تعالیٰ :"وان کانت واحدة فلهاالنصف"(النساء:11) (وقولهم :خالف الآیة فی منع الارث قلنا :لمعارضتها بقوله علیه السلام:"نحن معاشرالانبیاء لانورث ماترکناه صدقة"فان قیل "لابدلکم من بیان حجیة ذلك الحدیث الذی هومن قبیل الآحاد ومن بیان ترجیحه علی الآیة قلنا:(حجیة خبرالواحد والترجیح ممالاحاجة لناالیه)هاهنا(لانه )رضی الله عنه (کان حاکما بماسمعه من رسول الله)فلااشتباه عنده فی سنده(وعلم )ایضاً(دلالته علی ماحمله علیه )من المعنی (لانتفاء الاحتمالات)التی یمکن تطرقها الیه(بقرینة الحال)فصارعنه دلیلاًقطعیاً مخصصاًللعمومات الواردة فی باب الارث۔

ترجمہ:(شیعہ خلیفہ بلافصل امیرالمؤمنین سیدناصدیق اکبررضی اللہ عنہ کی خلافت کوباطل قراردینے پراپنے زعم فاسد میں ایک مضبوط ترین دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ معاذاللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہاکے میراث کامطالبہ کرنے کے باوجودنہیں دیابلکہ اس کوغصب کرلیا،اس پران کے مضبوط ترین دلائل کوامام السیدالسندمیرشریف جرجانی علیہ الرحمہ نے بالترتیب ذکرفرماکربالترتیب ردبلیغ فرمایاہے،ملاحظہ ہو)

(شیعہ کی دلیل یہ ہے )کہ ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کاسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہاکوباغ فدک میں سے میراث دینے سے انکارکرنابھی ہے،فدک وہ خیبرکی ایک بستی (میں واقع باغ )ہےجونبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیرتصرف رہایہاں تک کہ آپ کاوصال ظاہری ہوگیا۔حالانکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کے نصف کی (بطوروراثت) مستحق تھیں ،کیونکہ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:"اگرایک ہی بیٹی ہوتواس کیلئے کل مال کانصف ہے"(سورۃ النساء:آیت:11)

(شیعہ کی دلیل یہ ہے کہ صدیق اکبررضی اللہ عنہ نے)وراثت دینے سے انکارکرکےآیت میراث کی مخالفت کی ہے۔

(شیعہ کے اس اعتراض کاجواب دیتے ہوئے میرسید فرماتے ہیں :کہ اس آیت کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس یہ حدیث رسول موجود تھی:"ہم گروہ انبیاء کی کوئی میراث نہیں ہوتی،ہم جوکچھ چھوڑ کرجاتے ہیں وہ صدقہ ہوتاہے"۔

اگر اس پراعتراض کرتے ہوئے (شیعہ یہ )کہیں کہ یہ توخبرواحدہے اور خبرواحدکوقرآن کی نص پرترجیح کیسے ہوسکتی ہے؟

توہم کہیں گے کہ خبرواحدکے دلیل بننے (یانہ بننے )اورترجیح دینے وغیرہ کے معاملے میں ہمیں دلیل کی محتاجی ہے نہ کہ ان کو)کیونکہ صدیق اکبررضی اللہ عنہ حاکم وقت تھے اورآپ نے اپنے مبارک کانوں سے اس کورسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے سناتھا،لہذاآپ کو(ہماری طرح )اس کی سندمیں کوئی اشتباہ نہیں تھا(نہ ہی آپ کواس کی سندمیں جرح وتعدیل کی کچھ حاجت)اورآپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کواس معنیٰ کایقینی طورپرعلم تھاجس پرآپ نے اس کومحمول فرمایاتھااوروہ تمام احتمالات جن کی اس میں گنجائش ہوسکتی تھی قرینہ حال سے ان تمام کی نفی کابھی یقینی علم تھا۔لہذاآپ کے نزدیک یہ حدیث پاک آیت میراث کے عموم میں تخصیص کرنے کے حوالے سے قطعی ویقینی دلیل تھی۔(کہ آیت میراث کاتعلق امت سے ہے اورحدیث رسول کاتعلق انبیاء کرام سے ،یعنی امتیوں کی وراثت تقسیم ہوگی انبیاء کرام کی نہیں بلکہ کل مال صدقہ ہوگا)

(شرح مواقف،المرصدالرابع،المقصدالرابع،الامام بعدرسول اللہ علیہ السلام،جلد8،صفحہ 286،287،دارالکتب العلمیہ:بیروت،لبنان)

## غزالی زماں سیداحمدسعیدکاظمی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبررضی اللہ عنہ کویہ پتاچلاکہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکچھ کبیدہ خاطرہیں ،اس لئے نہیں کہ میں نے ان کوحدیث سنائی ہے بلکہ اس لئے کہ میرااجتہادان کے اجتہادسے بہترہے توآپ نے مولائے کائنات حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کوساتھ لیااور سیدہ رضی اللہ عنہاکے دروازے پرکھڑے ہوگئے ،آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوقاصد بناکریہ پیغام دے کربھیجاکہ آپ عرض کردیں کہ اللہ کے رسول کی پاک وطیبہ وطاہرہ بیٹی کے مقدس دروازے پر ان کابوڑھاغلام حاضرہے اورجب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی راضی نہیں ہوں گی ابوبکردروازے سے واپس نہیں جائے گا،حدیث پاک میں آتاہے:"فترضاھا حتی رضیت وھو" یعنی حضرت فاطمۃ الزہرارضی اللہ تعالیٰ عنہاکوراضی کیا یہاں تک کہ وہ راضی ہوگئیں۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری،کتاب الجہاد والسیر،باب فرض الخمس ،حدیث 3094)

یہ توسب راضی ہوگئے لیکن بعض لوگ آج تک ان پرناراض ہیں۔اورسچ پوچھئے تووہ ناراض تھیں بھی نہیں ،وہ توصرف اجتہادکے اختلاف کی بناء پر بتقاضائے بشریت کچھ کبیدہ خاطرتھیں،کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکااجتہاد حضرت صدیق اکبررضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہادے سے کچھ مختلف تھا اوراس قسم کے اجتہادی اختلاف کی بناء پر انبیاء کرام میں بھی اس قسم کی کبیدہ خاطری وقتی طورپرپیداہوجاتی تھی ،اوراگر یہ وہاں کچھ سزاکامستوجب نہیں توحضرت صدیق اکبررضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں کیونکرسزااور طعن کاباعث ہوسکتی ہے۔ (مشکلات الحدیث،صفحہ 207،208،ورلڈویوپبلشرز)

النبراس شرح عقائد نسفی میں ہے:

"فمافعل ابوبکر رضی اللہ عنہ موافق لقواعدالشرع ولذلك لم يغيرہ علی رضی اللہ عنہ فی خلافته وصح من عظماء اهل البيت الاعتراف بان مافعله ابوبکررضی اللہ عنہ حق وان ابابکر رضی اللہ عنہ وقف علی باب فاطمة سلام اللہ علی ابیہا وعلیہاالسلام حتی رضیت"

پس ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ نے (باغ فدک کے مسئلے میں )جو کیا قواعد شریعت کی رو سے کیا،اسی وجہ سے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم نے بھی اپنی خلافت میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی،اور صحیح روایات میں اکابر اہل بیت اطہار سے اس کااعتراف بھی ثابت ہے،بایں طور کہ جوابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ نے کیابالکل حق کیا،اوربیشک ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ سیدہ کائنات فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے پاس حاضررہے یہاں تک سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے راضی ہو گئیں۔

(النبراس شرح العقائد النسفیہ،صفحہ 329،مطبوعہ:لاہور)

## کیا ہم کسی مجتہد کو خطاپر کہہ سکتے ہیں؟

امام اہلسنت شاہ امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس کے لیے واجب ہے کہ جمیع لغاتِ عرب وفنونِ ادب ووجوہِ تخاطب وطرق تفاہم واقسامِ نظم وصنوف معنٰی وادراک علل وتنقیح مناط واستخراجِ جامع وعرفانِ مانع وموارد تعدیہ ومواضع قصر ودلائل حکم آیات واحادیث، واقاویل صحابہ وائمہ فقہ قدیم وحدیث ومواقع تعارض، واسبابِ ترجیح، ومناہج توفیق ومدارج دلیل ومعارک تاویل مسالک تخصیص، مناسک تقیید، ومشارع قیود، وشوارع مقصود وغیرہ ذلک پر اطلاع تام ووقوفِ عام ونظر غائر وذہن رفیع، وبصیرتِ ناقدہ وبصر منیع رکھتاہو۔ (فتاوی رضویہ،جلد27 صفحہ 75،رضافاؤنڈیشن:لاہور)

امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا:

"ایاکم ان تبادرواالی الانکارعلی قول مجتہد اوتخطئتہ الابعد احاطتکم بِاَدِلَّۃ الشریعۃ کلّھا ومعرفتکم بجمیع لغات العرب التی احتوت علیھا الشریعۃ ومعرفتکم بمعانیھا وطرقھا"۔

ترجمہ: خبردار مجتہد کے کسی قول پر انکاریا اُسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا، جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو، جب تک تمام لغتِ عرب جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو، جب تک ان کے معانی اُن کے راستے جان نہ لو۔اور ساتھ ہی فرمادیا "واَنّٰی لکم بذٰلک "بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ نقلہ الامام العارف باللہ عبدالوہاب الشعرانی فی المیزان۔ (اس کو خدا شناس امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں نقل فرمایا۔

(میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء ذوق ھذہ المیزان دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۹)

امام اہلسنت شاہ امام احمد رضاخان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"احتمالِ خطا ظہورِ خطا نہیں" (فتاوی رضویہ،جلد18،کتاب الشہادۃ،صفحہ 132،رضافاؤنڈیشن:لاہور)

## صحابہ کرام واہلبیت اطہار علیہم الرضوان کے بارے میں اہلسنت کاعقیدہ:

جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ سیدی وسندی شاہ فضل رسول بدایونی قادری برکاتی علیہ الرحمہ المعتقدالمنتقدمیں فرماتے ہیں:

"بالجملة یجب علی کل احدان یحب اھل بیت النبوۃ وجمیع الصحابۃ ولایکون من الخوارج فی بغض اھل البیت فانہ لاینفعہ حینئذ حب الصحابۃ ولا من الروافض فی بغض الصحابۃ فانہ لاینفعہ حینئذ حب اھل بیت"

بالجملہ ہرایک پراہل بیت نبوت اورتمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت وعقیدت واجب ہے،اوربغض اہلبیت کاشکارہوکرخوارج میں سے نہ ہوجائے ،(کیونکہ دل میں بغضِ اہلبیت پال کر)فقط محبتِ صحابہ کچھ نفع نہ دے گی،اوربغضِ صحابہ کاشکارہوکر روافض وشیعہ میں سے بھی نہ ہوجائے ،کیونکہ (بغضِ صحابہ کودل میں جگہ دے کر)فقط محبتِ اہلبیت کچھ نفع نہ دے گی۔

(المتعقدالمنتقد،صفحہ 94،95،مطبوعہ:ترکی)

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمدرضاخان علیہ الرحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو بُرا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے( اسلام و مسلمین کی سربلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے ،تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دینِ الٰہی و شرع رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے اصلح وانسب ( زیادہ مصلحت آمیز اور احوالِ مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی، اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔لیکن وہ سب حق پر ہیں( اور سب واجب الاحترام )

بالجملہ ارشاداتِ خدا و رسول عزّ مجدہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنّت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور ) اتنا یقین کرلیا کہ سب ( صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار ) ہیں۔

(فتاوی رضویہ،جلد29،صفحہ 358،359،رضافاؤنڈیشن:لاہور)

11دسمبر2024بروزبدھ